چونتیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۱۶-۱۸؍ جمادی الاولی ۱۴۴۷ھ مطابق ۸-۱۰؍ نومبر ۲۰۲۵ء، جمشید پور، جھارکھنڈ

☆ مائیکروفائنانس

☆ آن لائن صنف مخالف سے تعلیم وتعلم

☆ میڈیکل انشورنس کے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی

☆ آنکھ کا عطیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ (۱):

مائیکروفاینانس

چھوٹی بچتوں کے لئے موجودہ دور میں مائکروفائنانس کی صورت اختیار کی جاتی ہے؛ جس میں غریب کم آمدنی کے حامل حضرات اور دیہات وقریہ جات کے لوگوں سے معمولی رقم جمع کروائی جاتی ہے؛ تاکہ کچھ عرصہ میں ان کی ایک قابل لحاظ رقم جمع ہوجائے؛ جس کو وہ مختلف مقاصد جیسے علاج، تعلیم، چھوٹے کاروبار، فصل کے نقصان کی تلافی اور بعض بنیادی ضرورتوں کے حصول کے لئے استعمال کرسکیں، عام طور پر اس نوعیت کے ادارے سودی لین دین پر مبنی ہیں، پیسہ جمع کرنے والوں کو سود دیتے ہیں اور قرض فراہم کرکے اپنے مقروضوں سے سود وصول کرتے ہیں، اوران کی سود کی شرح بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، جو کمپنیاں اس نظام کو چلاتی ہیں وہ خود بھی اس کو معاشی فائدہ کے لئے اور تجارتی سوچ کے تحت چلاتی ہیں۔

مائیکروفائنانس کا مفید پہلو یہ ہے کہ غریب اور کم معاش لوگ جن کے پاس بچت نہیں ہوتی؛ ان کے پاس کچھ رقم محفوظ ہوجاتی ہے؛ جس کے ذریعہ وہ بہتر مقاصد کو حاصل کرسکتے ہیں؛ جیسے: مکان کی تعمیر، چھوٹا کاروبار، بچوں کی تعلیم، شادی وغیرہ، ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ بعض فرقہ پرست تنظیمیں اس کو اپنے تبلیغی مقصد کے لئے بھی استعمال کرنے لگی ہیں، خاص کر عیسائی مشنریز نے اس کے ذریعہ بعض مقامات پر قرض دے کر مسلمان خواتین کو مرتد کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، یہ قرض عام طور پر خواتین کے گروپ کو دیتے ہیں؛ جس میں مقروض تو ایک شخص ہوتا ہے؛ لیکن ادائیگی کی ضمانت پورے گروپ سے لی جاتی ہے۔

یہ حقیقت محتاج وضاحت نہیں ہے کہ ملک بھر میں مسلمان معاشی اعتبار سے سب سے زیادہ کمزور ہیں، ان کی اکثریت دیہاتوں میں آباد ہے، اوران میں بڑی تعداد زراعت پیشہ لوگوں کی ہے؛ اس لئے انہیں ایسے اداروں کی سخت ضرورت ہے؛ جو لوگوں سے معمولی رقم وصول کرے اوران کی بچت کو نفع آور بنائے، اور پھر ان کو یہ رقم واپس کرے؛ اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- سود سے بچتے ہوئے مائیکروفائنانس کمپنیاں قائم کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے کیسا عمل ہے؟

۲- کمپنی اپنی جمع شدہ رقم سے لوگوں کو قرض دے گی تو قرض تو اسی سے وصول کرے گی؛ جس کو قرض دے رہی ہے؛ لیکن پورے گروپ کو اس کے لئے کفیل بنایا جائے گا؛ کیا شریعت میں معاوضہ پر مبنی مالی معاملات میں اجتماعی کفالت کا تصور ہے؟ کتاب وسنت اور فقہاء کے اجتہادات کے حوالہ سے اس کا جواب دیا جائے۔

۳- کیا کمپنی کو لوگوں کی جمع کی ہوئی رقم سے قرض کے طالبین کو قرض دینے کی اجازت ہے؟ اگر ہے تو یہ اجازت صرف گروپ میں شامل لوگوں کے لئے ہوگی یا گروپ سے باہر لوگوں کے لئے بھی ہوگی؟

۴- چونکہ ممبروں سے پیسے وصول کرنے کے لئے کارکنوں کی یا بعض مشینوں کی اور آفس کی ضرورت پڑے گی؛ اوراس کے لئے

اخراجات بھی مطلوب ہوں گے؛ کیا ممبروں سے جو کمپنی کے مقروض بھی ہوں گے، قرض کی قسط کے علاوہ اجرۃ الخدمۃ کے نام سے مزید رقم لی جاسکتی ہے؟ اور کیا اجرۃ الخدمۃ میں حقیقی خرچ کے علاوہ کچھ رقم بڑھا کر رکھی جاسکتی ہے؛ تاکہ آئندہ کے انتظامی امور کو انجام دینے میں سہولت ہو۔

۵- عام طور پر ایسی کمپنیاں رقم جمع کرنے والوں کو ان کی بچت تو واپس کرتی ہی ہیں؛ ساتھ ہی ساتھ ان کو سود کے نام سے کچھ نفع بھی دیتی ہیں؛ اگر سود سے بچتے ہوئے اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کو نفع دینا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اسلامی انویسٹمنٹ ادارے رقم جمع کرنے والوں کو نفع دینے کے لئے ان کی جمع شدہ رقم میں مضاربت، شرکت، اجارہ اور مرابحہ کی ایک خاص صورت مرابحہ للآمر بالشراء وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں؛ کیا مائیکرو فائنانس شرعی کمپنیاں بھی اس سے فائدہ اٹھاسکتی ہیں؟ اور ایسی صورت میں کیا یہ بات ضروری ہوگی کہ کمپنی کے تمام ممبروں سے تحریر لے لی جائے کہ کمپنی اس رقم کو مضاربت میں استعمال کرے گی، نقصان میں شرکت کے ساتھ نفع کا مقررہ تناسب کے مطابق مالکان کو رقم واپس کرے گی اور جو نفع حاصل ہو اس میں ایک مقررہ تناسب کمپنی کی ملکیت ہوگی۔

۶- ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ رقم جمع کرنے والے حضرات وکیل بالاستثمار بنادیں کہ کمپنی لوگوں سے رقم وصول کرے اور جس کاروبار میں چاہے لگائے، ایسی صورت میں کمپنی پر سرمایہ کاری کرنے کے لئے کن امور کی پابندی ضروری ہوگی؟

۷- سروس چارج میں کن چیزوں کو شامل کیا جاسکتا ہے:

(الف) رقم وصول کرنے والے عملہ کی تنخواہ

(ب) حساب وکتاب اور آڈٹ کے اخراجات اور اس کے عملہ کی تنخواہ

(ج) تشہیر کے اخراجات

(د) آفس کی تعمیر کا خرچ

(ہ) آفس کا کرایہ

(و) گاڑی اور ٹرانسپورٹ

(ز) لوگوں کو راغب کرنے کے لئے اعلی فرنیچر، ضروری اسفار وغیرہ کا خرچ۔

۸- اگر کمپنی اپنے کسی ممبر کو قرض دے اور پہلے سے اصول میں یہ بات طے ہو کہ مقروض تاخیر کرنے پر قرض کا کچھ فیصد بطور صدقہ کمپنی کو دے گا؛ اگر تاخیر پر اس سے یہ رقم حاصل کی جائے اور اس کو صدقہ کی رسید دی جائے تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

☆☆☆

سوالنامہ(۲):

آن لائن صنف مخالف سے تعلیم وتعلم

جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے موجودہ دور میں آن لائن تعلیم کا نظام ترقی پا رہا ہے؛ چونکہ اس میں استاذ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے پڑھا سکتا ہے اور طالب علم اپنی جگہ پر رہتے ہوئے پڑھ سکتا ہے؛ اس لئے اس کو مقبولیت بھی حاصل ہورہی ہے؛ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جس ماہرفن اساتذہ سے استفادہ کا موقع نہیں مل سکتا اور ادارہ کے لئے ان کی خدمت حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، آن لائن وہ بھی میسر آجاتے ہیں اور ان سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے؛ اس لئے اب اس کا رواج بڑھ رہا ہے۔

آن لائن تعلیم کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں صنف مخالف سے بھی استفادہ کی راہ ہموار ہوتی ہے؛ ایسا ہوسکتا ہے کہ استاذ مرد ہوں اور دوسری طرف طالبات ہوں، یا استاذ عورت ہو اور دوسری طرف طلبہ ہو؛ اگر لڑکے اور لڑکیاں بہت کم سن ہوں تب تو بالمشافہ صنف مخالف سے تعلیم حاصل کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے اور اکیڈمی اپنے ستائیسویں فقہی سمینار منعقدہ: ۶ تا ۸ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵ تا ۲۷ رنومبر ۲۰۱۷ء، صابوصدیق مسافر خانہ، ممبئی میں اس پر فیصلہ کرچکی ہے؛ لیکن اگر پڑھانے والے اور پڑھنے والے دونوں جوان ہوں تو ایسی صورت میں فتنہ کے اندیشہ سے بالمشافہ تعلیم وتعلم کو منع کیا جاتا ہے یا ناپسند کیا جاتا ہے، آن لائن تعلیم میں چوں کہ تعلیم کی نوعیت فاصلاتی ہے اور فاصلہ کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ عام طور پر بہت کم ہوجاتا ہے؛ اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں صنف مخالف سے استفادہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

آن لائن تعلیم کی ایک شکل تو یہ ہے کہ آڈیو کے ذریعہ تعلیم وتعلم کا کام انجام پائے اور استاذ کی آواز طالب علم کو اور طالب علم کی آواز استاذ کو پہونچ جائے، دوسری شکل یہ ہے کہ ویڈیو کے ذریعہ تعلیم وتعلم کا عمل انجام پائے اور وہ دونوں ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھ سکیں یا کم ازکم طلبہ وطالبات اپنے استاذ کی صورت دیکھتے ہوئے ان سے اسباق کو سمجھیں۔

ویڈیو کی شکل میں تو صورت ایک دوسرے کے سامنے ہوگی؛ لیکن آڈیو کے ذریعہ سے ہو تو ایک کی آواز دوسرے تک پہنچے گی، آواز اکثر فقہاء کے نزدیک ستر میں شامل نہیں ہے، اور اس میں بمقابلہ دیکھنے کے فتنہ کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے؛ اس لئے یہ بھی ایک قابل غور مسئلہ ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- کیا مرد استاذ نوجوان لڑکیوں کو اس طرح سبق پڑھا سکتا ہے کہ اس کی صورت بھی طالبات کے سامنے آئے اور وہ آواز بھی سن رہی ہوں؟

۲- کیا خاتون استاذ نوجوان لڑکوں کو آڈیو کے ذریعہ آن لائن درس دے سکتی ہے؟

۳- کیا خاتون استاذ نوجوان طلبہ کو ویڈیو کے ذریعہ درس دے سکتی ہے؟ اور کیا اس صورت میں معمر معلّمہ اور نوجوان معلّمہ کے حکم

میں فرق ہوگا؟

۴- آج کل ویڈیو میں غالباً ایسی تدبیر بھی ممکن ہے کہ ایک شخص بات کرے؛ لیکن اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آئے، اس کو دھندلا کر دیا جائے، کیا اس طریقہ پر نوجوان معلّمہ لڑکوں کو پڑھا سکتی ہے؟

۵- صنف موافق سے آن لائن تعلیم حاصل کرنے کے مقابلہ میں صنف مخالف سے تعلیم حاصل کرنے میں کن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

۶- بالغ اور قریب البلوغ لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم درست نہیں ہے؛ لیکن آن لائن تعلیم میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک جگہ اجتماع اور اختلاط نہیں ہوتا، کیا یہ صورت بھی مخلوط تعلیم کی ممانعت کے دائرہ میں آجائے گی۔

۷- ایک اصولی مسئلہ یہ ہے کہ شرعاً اجنبی عورت کی آواز کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی تعلیمات اور فقہاء کے اجتہادات کو سامنے رکھ کر روشنی ڈالنا مناسب ہوگا؛ کیونکہ آج کل تعلیم کے علاوہ مختلف مواقع پر اس کی نوبت آتی رہتی ہے۔

۸- ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ فتنہ کا لفظ بہت وسیع ہے، قرآن وحدیث میں اس کا متعین مفہوم بیان نہیں کیا گیا ہے، فقہاء نے بھی شاید اس کی تعریف وتحدید نہیں کی ہے، تو سوال یہ ہے کہ مرد اور عورت کے ارتباط کے مسئلہ میں فتنہ سے کیا مراد ہے؟ کسی کی آواز یا صورت کا پسند آجانا بھی فتنہ ہے، یہ بات تو اکثر اوقات اپنے بچوں کے معاملہ میں بھی پیش آتی ہے یا کسی کی صورت دیکھ کر اور آواز سن کر دل میں برائی کی تحریک پیدا ہونے کا نام فتنہ ہے، اس پر بھی روشنی ڈالنے کی درخواست ہے۔

۹- احکام شرعیہ اور طبی مسائل کی تعلیم میں بہت سی دفعہ جنسی مسائل بھی زیر بحث آتے ہیں، اگر صنف مخالف سے تعلیم وتعلم کا تعلق جائز ہو تو کیا ایسے مسائل کی تشریح وتوضیح بھی سبق کے موضوع کے طور پر یا ضمنی طور پر سبق کے دوران کی جاسکتی ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ (۳)

میڈیکل انشورنس کے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی

موجودہ دور میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں؛ ان میں ایک اہم مسئلہ انشورنس کا ہے؛ اس لئے اس موضوع کو کئی سمیناروں میں زیر بحث لایا گیا ہے، پانچواں فقہی سمینار منعقدہ ۳-۶ / جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ / اکتوبر تا ۲ / نومبر ۱۹۹۲ء، جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ میں ہندوستان کے پس منظر میں انشورنس کے جواز وعدم جواز پر گفتگو ہوئی تھی، اس میں ربا، قمار، غرر کی وجہ سے اصولی طور پر انشورنس کو ناجائز قرار دیا گیا تھا؛ البتہ ہندوستان کے مخصوص حالات میں بعض شرطوں کے ساتھ اس کی گنجائش تسلیم کی گئی تھی، پھر ۳-۵ / مارچ ۲۰۱۲ء کو جامعہ اسلامیہ بنجاری میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انشورنس کی کیا شکل ہو سکتی ہے- جس کو آج کل تکافل کہتے ہیں- پر بحث ہوئی اور اس سلسلہ میں مشورے پیش کیے گئے؛ لیکن یہ بات محسوس کی گئی کہ انشورنس سے متعلق ملکی قوانین مکمل طور پر اسلامی اصولوں کے تحت انشورنس کا نظام قائم کرنے میں رکاوٹ ہیں اور بحالت موجودہ اس پر عمل دشوار ہے؛ تاہم اس کے لیے کوشش جاری رکھنی چاہئے۔

۱۰-۱۲ / صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱-۱۳ / مارچ ۲۰۰۶ء، دارالعلوم صدیقیہ، میسور، کرناٹک میں اکیڈمی کا پندرہواں فقہی سمینار میڈیکل انشورنس کے موضوع پر ہوا؛ جس میں یہ بات طے پائی کہ بنیادی طور پر میڈیکل انشورنس ناجائز ہے، اگر قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس کروانا پڑے تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن جمع شدہ رقم سے زائد جو رقم کمپنی سے حاصل ہو، صاحب استطاعت لوگوں کے لیے اس کو بلا نیت ثواب غرباء پر خرچ کر دینا واجب ہے؛ لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے؛ علاج گراں سے گراں تر ہو رہا ہے اور غریب ہی نہیں متوسط آمدنی والوں کے لیے بھی علاج نا قابل برداشت ہو گیا ہے، ایک تجزیہ کے مطابق ۲۰۰۵ء کے مقابلہ موجودہ وقت یعنی ۲۰۲۵ء میں علاج کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے، اس پس منظر میں ہندوستان کے بعض اجتماعی فقہی اداروں نے میڈیکل انشورنس کی اجازت دی ہے؛ اکیڈمی کا فیصلہ اس کے خلاف ہے؛ اس لئے اکثر لوگ اس کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں اور اس اختلاف رائے کی وجہ سے الجھن محسوس کر رہے ہیں، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ انشورنس کی ہیئت ترکیبی اور اس میں ربا، اور قمار کی شمولیت سے قطع نظر ضرورت کے پیش نظر اور فقہاء کے قاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت اب کیا رائے اختیار کی جانی چاہئے، اس پر روشنی ڈالیں، یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور عملی ہے، نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پہلے میڈیکل انشورنس کرانے والے کو کمپنی علاج کے لئے غالباً پیسے دیتی تھی، گویا پیسوں کے مقابلہ میں پیسے ادا کیے جاتے تھے اور ایک ہی جنس کا آپس میں تبادلہ ہوتا تھا، اور اب انشورنس کمپنی پیسے نہیں دیتی ہے؛ بلکہ ہاسپیٹل کے واسطہ سے میڈیسنس اور سروس فراہم کرتی ہے۔

اس لئے امید ہے کہ آپ گہرے غور و فکر کے ساتھ رہنمائی فرمائیں گے۔

☆☆☆

سوالنامہ (۴)

آنکھوں کا عطیہ

اکیڈمی کے دوسرے فقہی سمینار منعقدہ: ۸-۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱/ دسمبر ۱۹۸۹ء، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی میں اعضاء کی پیوندکاری پر تفصیلی بحث کی گئی تھی، جس میں فیصلہ ہوا تھا:

☆ اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہوکر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کرسکتا، اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

☆ اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اس کے دو گردوں میں سے اگر ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔

پھر چوبیسویں فقہی سمینار منعقدہ: ۹ تا ۱۱/ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ، مطابق ۱ تا ۳/ مارچ ۲۰۱۵ء، دار العلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کولم (کیرلا) میں ''انسانی اعضاء واجزاء'' کے عطیہ کا موضوع زیر بحث آیا تھا؛ اس کی ایک تجویز یہ تھی:

موجودہ طبی تحقیق کے مطابق زندہ شخص کے جگر کے بعض حصہ کو دوسرے ضرورت مند انسان کو منتقل کرنا ممکن ہوگیا ہے اور عطیہ کرنے والے جگر کے بقیہ بچے ہوئے حصے کا چند مہینوں میں مکمل ہوجانا تجربہ میں آچکا ہے؛ اس لیے جگر کی منتقلی اور پیوندکاری اپنے کسی عزیز یا دوست کے لئے رضاکارانہ طور پر جائز ہے؛ البتہ خرید وفروخت قطعا جائز نہیں ہے۔

اس سمینار میں یہ موضوع بھی آیا تھا کہ کیا کوئی زندہ شخص اپنی آنکھوں کا قرنیہ دوسرے ضرورت مند شخص کو منتقل کرسکتا ہے یا کسی مردہ شخص کا قابل استعمال قرنیہ دوسرے کو منتقل کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس پر رائے منقسم تھی؛ اس لئے فیصلہ کو مؤخر کردیا گیا تھا، اس سمینار کے لئے یہ موضوع بھی رکھا جارہا ہے؛ اس لیے آپ جواب مرحمت فرمائیں کہ:

۱- کیا جس طرح ایک انسان اپنا ایک گردہ دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے یا اپنے جگر کا ایک حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے، آنکھ کا قرنیہ خود اپنی رضامندی سے کوئی عوض لیے بغیر دوسرے ضرورت مند کو دے سکتا ہے؟ جب کہ دینے والے کی ضرورت ایک آنکھ سے پوری ہوسکتی ہو۔

۲- اگر ایک شخص نے اپنی زندگی میں:

(الف) عمومی وصیت کردی کہ اس کی آنکھ اس کی موت کے بعد کسی ضرورت مند شخص کو دے دی جائے۔

(ب) کسی متعین شخص کے لے وصیت کی کہ اس کو اس کی آنکھ دے دی جائے۔

تو کیا یہ وصیت معتبر ہوگی؟ اور اگر معتبر ہوگی تو اس کے لئے اس کی موت کے بعد ورثہ کی رضامندی بھی ضروری ہوگی؟

☆☆☆

تجاویز

تجویز بابت: مائیکرو فائنانس کے شرعی احکام

۱- غیر سودی مائیکرو فائنانس ادارے قائم کرنا وقت کی ضرورت اور شرعاً مستحسن قدم ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ احکام شرعیہ سے واقف علماء وارباب افتاء کی نگرانی میں کام کرے۔

۲- مقروض کو قرض کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والے گروپ کی تشکیل میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ مقروض کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے گروپ کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کرے جو مقروض کے لئے ذہنی تناؤ اور پریشانی کا سبب بنے۔

۳- مال جمع کرنے والوں کی رضامندی سے قرض طلب کرنے والوں کو قرض دینے کی گنجائش ہے؛ خواہ وہ ادارے کے ممبر ہوں یا نہ ہوں؛ البتہ اگر قانوناً ممبر بنانا ضروری ہو تو ممبر بنا کر قرض دیا جائے۔

۴- الف: مائیکرو فائنانس ادارہ قرض کے اندراج اور وصولی کی مناسب اجرت طے کرسکتا ہے، غیر متعلق اخراجات نہیں لئے جاسکتے ہیں۔

ب- بہتر ہے کہ مائیکرو فائنانس ادارہ دیگر اخراجات کے لئے جائز ذرائع مثلاً اصحاب خیر سے تبرعات اور جائز سرمایہ کاری کی صورت اختیار کرے۔

۵- مائیکرو فائنانس ادارہ بھی اسلامی سرمایہ کاری مثلاً مضاربت، شرکت، اجارہ اور مرابحہ وغیرہ کا استعمال کرسکتا ہے۔

۶- وکالت پر مبنی سرمایہ کاری شرعاً جائز ہے۔

۷- آج کل چھوٹے سودی قرضے کے متعدد ادارے ہیں جن میں گروپ بنا کر عورتوں کو قرض دیا جاتا ہے، اس میں قرض کی وصولی کے نام پر استحصال بھی کیا جاتا ہے؛ اس لئے ایسے سودی قرض سے بچا جائے۔

☆☆☆

تجویز بابت: آن لائن صنف مخالف سے تعلیم وتعلم سے متعلق مسائل

جدید ٹکنالوجی خصوصاً آن لائن نظام تعلیم سے تعلیمی افادہ واستفادہ فی نفسہ شرعاً درست ہے؛ البتہ صنف مخالف سے تعلیم وتعلم کی صورت میں شرعی اصولوں کی رعایت اور مفاسد کے سد باب کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے، مفاسد کے سد باب کے لئے درج ذیل امور کو اختیار کرنا ضروری ہے:

۱- معلّمہ ہو یا طالبہ صنف مخالف سے تعلیم وتعلم کے وقت بلا ضرورت تعلیم کے علاوہ کسی قسم کے تعلق سے مکمل احتراز کیا جائے۔

۲- صنف مخالف کا تمام ایسے امور سے بھی اجتناب لازم ہے جو ایک دوسرے کے لئے فتنہ کا سبب بنیں، جیسے: آواز میں لچک پیدا کرنا

اور زیب وزینت اختیار کرنا۔

۳- صنف مخالف سے آن لائن تعلیم وتعلم میں اگر غیر تعلیمی روابط کے آپشن ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو بھی اختیار کیا جانا ضروری ہے۔

۴- گھر کے ذمہ دار حضرات آن لائن تعلیم حاصل کرنے والے افراد کی نگرانی جہاں تک ممکن ہو کرتے رہیں۔

۵- پند ونصائح کے ذریعہ اخلاق، حیاء اور عفت و پاک دامنی کا ماحول بنانے کی فکر کرنا بھی ضروری ہے۔

۶- کسی بھی خاتون کا اپنی آواز میں لچک پیدا کرنے اور دوسرے کو اپنی طرف مائل کرنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، اس لئے ان امور سے بچتے ہوئے معلّمہ آن لائن آڈیو کے ذریعہ بالغ صنف مخالف کو تعلیم دے سکتی ہے۔

۷- مرد استاذ کے لئے بھی آن لائن تعلیم میں حتی الامکان آڈیو کا طریقہ اختیار کرنا پسندیدہ اور احتیاط پر مبنی ہے؛ تاہم اگر صحیح اور مفید مقصد کے لئے بہ وقت ضرورت ویڈیو کا طریقہ اختیار کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

۸- خاتون استاذ کا بالغ طلبہ کو ویڈیو کے ذریعہ درس دینا احتیاط اور پردہ کے تقاضا کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے؛ تاہم اگر شدید ضرورت ہو تو شرعی پردہ یا تصویر کو دھندلا کر کے تدریس کی گنجائش ہوگی۔

۹- الگ الگ مقامات سے آن لائن درس میں طلبہ وطالبات کا ایک ساتھ شریک ہونا مخلوط تعلیم کے دائرہ میں نہیں آتا؛ تاہم ان کے درمیان آپسی روابط کے امکانات کو ختم کرنے کے جو طریقے ممکن ہوں مثلاً ویڈیو اور چیٹنگ کی سہولت نہ دینا وغیرہ، انہیں اختیار کرنا ضروری ہے۔

۱۰- بہ وقت ضرورت صنف مخالف سے حیاء وشرم پر مبنی مسائل کی مہذب اور شائستہ طریقہ پر توضیح وتشریح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆☆☆

تجویز بابت: میڈیکل انشورنس کے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی

تمہید: آج مورخہ ۹/نومبر ۲۰۲۵ء کے اجلاس میں ہیلتھ انشورنس کے موضوع پر بحث ومناقشہ کے بعد کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اکیڈمی کی طرف سے مارچ ۲۰۰۶ء میں میڈیکل انشورنس سے متعلق جو تجاویز منظور کی گئی تھیں ان سے اتفاق کرتے ہوئے موجودہ حالات کے تناظر میں مزید مندرجہ ذیل تجاویز منظور کرتی ہے:

۱- مروجہ ہیلتھ انشورنس اپنے انجام کے اعتبار سے غرر، قمار، سود وغیرہ ممنوعات پر مشتمل ہے؛ لہذا عام حالات میں ہیلتھ انشورنس کرانا ناجائز ہے۔

۲- اگر کمپنی/ادارہ اپنے ملازمین کا ہیلتھ انشورنس اپنی طرف سے تبرعا یا ملازمین کی تنخواہوں سے وضع کر کے جمع کرائے تو ملازمین کے لئے اس سے نفع اٹھانے کی اجازت ہوگی۔

۳- اگر میڈیکل انشورنس کمپنی پالیسی لینے والوں کو نقد کے بجائے علاج ومعالجہ کی خدمت فراہم کرے اور کم از کم سال میں ایک مرتبہ چیک اپ وغیرہ کی خدمات فراہم کرے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

۴- اگر وہ چیک اپ وغیرہ کی خدمات فراہم نہ کرے تو موجودہ حالات میں علاج ومعالجہ کی گرانی کی وجہ سے نا قابل تحمل مصارف والے امراض میں ابتلاء کا ظن غالب یا اندیشہ ہو اور مریض اس کا تحمل نہ کرسکتا ہو تو علاج ومعالجہ کی خدمت فراہم کرنے والی پالیسی لینے کی گنجائش ہے۔

☆ نوٹ: علاج کی خدمات کی فراہمی کی صورت میں بھی اگر علاج کے وقت مریض کے مالی حالات ٹھیک ہوں تو اس کی طرف سے جمع کردہ اصل رقم سے زائد جو رقم بھی کمپنی نے خرچ کیا ہے، اسے معلوم کرکے صدقہ کرنا واجب ہوگا (مولانا مفتی محمد شاہ جہاں ندوی)۔

☆☆☆

تجویز بابت: آنکھ کا قرنیہ

موجودہ دور میں میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں آنکھ کا قرنیہ (Cornea) اور قرن بٹن (Corneoscleral Button) دوسرے ضرورت مند شخص کو منتقل کرنا محفوظ طریقہ پر انجام پذیر ہوتا ہے اور اس عمل میں میت کی کوئی اہانت نہیں سمجھی جاتی ہے، اور نہ اس کی وجہ سے شکل میں کوئی بدنمائی پیدا ہوتی ہے، لہذا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی جاتی ہیں:

۱- زندگی میں آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورت مند شخص کو دینے میں چونکہ دینے والے کو بڑا ضرر لاحق ہوتا ہے، نیز یہ چیز طبی اخلاقیات اور قانون کے بھی خلاف ہے؛ اس لئے اس کی شرعا اجازت نہیں ہے۔

۲- اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں وصیت کی کہ اس کی موت کے بعد اس کی آنکھ کا قرنیہ کسی ضرورت مند کو دے دیا جائے اور ورثاء بھی اس پر راضی ہوں تو اس کی آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورت مند شخص کو دینا درست ہے، اسی طرح میت نے وصیت نہ کی ہو اور ورثاء اس کی آنکھ کا قرنیہ کسی ضرورت مند شخص کو منتقل کرنا چاہیں تو اس کی بھی شرعا اجازت ہے۔

۳- اگر کوئی شخص کسی ایکسیڈنٹ یا حادثہ کا شکار ہوا اور اس کی آنکھ پر ایسی ضرب آئی جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کا نکالنا ضروری ہوگیا، یا کسی شدید بیماری کی وجہ سے اس کی آنکھ کا نکالنا ضروری ہوگیا، اور اس کی آنکھ کا ''قرنیہ'' طبی نقطہ نظر سے قابل استعمال ہو تو ایسی صورت میں اس کا ''قرنیہ'' دوسرے ضرورت مند کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆